مسئلۃ الاشارۃ بالسبابۃ

حمد و صلوٰۃ کے بعد اولیاء کرام کا خادم فقیر سید احمد علی شاہ عرض پرداز ہے کہ استدلال کرنے والا مجتہد ہوگا یا مقلد اگر مجتہد ہوگا تو وہ استدلال کرے گا قرآن مقدس سے یا سنت رسول ﷺ سے یا اجماع یا قیاس سے جو ان تمام سے مستنبط ہے اور اس کی تفصیل اصول فقہ شریف میں مذکور ہے اس کو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور اگر استدلال کرنے والا مقلد ہو تو اس کی دلیل اپنے مجتہد کا قول ہوگی۔

جیسا کہ صاحب کشف المبہم نے ص ۱۱ میں اپنے اس قول میں کہا ہے:

"واما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ۔الخ۔"

ترجمہ: اور جو مقلد ہے تو اس کا استدلال اپنے مجتہد کا قول ہوگا۔

شرح طریقہ محمدیہ ج ۲، ص ۶۵ کے مؤلف لکھتے ہیں:

ولذا کان دلیل المقلد ھو قول المجتھد الخ ایضا۔[1] میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔

ترجمہ: اور س لئے کہ مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہے۔

جب تمہیں مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ مقلد کی دلیل صرف اور صرف اپنے مجتہد کا قول ہوتا ہے پس جاننا چاہیئے کہ اگر تعارض تمہیں معلوم ہو جائے نص اور فقہاء کے قول کے درمیان تو مقلد کی دلیل فقہاء کا قول ہے کیونکہ ان کا قول وہ نص سے ہوگا اور وہ اپنے علم کے مطابق نص سے استنباط کرے گا کیونکہ احکامات کا نصوص سے نکالنا مجتہد کا کام ہے نہ کہ مقلد کا کیونکہ اگر کوئی نص ہو تو اس نص کا دوسرا نص معارض ہوگا کہ یا اس کے لئے کوئی تاویل یا تخصیص ہوگی یا اس کے لئے کوئی

[1] (ج ۱، ص ۲۵۴، ج ۱، ۱۴۷،، ج ۲ ۱۰۱)

ناسخ وغیرہ ہوگا اس قبیلہ سے جو خاصہ مجتہد کا ہوگا اور مقلد کے خیال کی رسائی اس کی طرف ممکن نہیں ہے تو یہ نص کے مقابل میں رائے پر عمل کرنا ہے۔

جیسا کہ بریقہ شرح طریقہ محمدیہ نے اپنے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

ولذا کان دلیل المقلدھو قول المجتھد لا النصوص اذا استخراج الاحکام منھا لیس الا منصب المجتھد وقد قالوا اذا تعارض النص وقول الفقھاء یؤخذ بقول الفقھاء اذا یحتمل کون النص اجتھادیا ولہ معارض قوی وتاویل وتخصیص وناسخ وغیرھا ممایختص بمعرفتہ المجتھد وان ذالک کالرائی فی مقابلۃ النص الخ۔[2]

ترجمہ: اور مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہوتا ہے نہ کہ نصوص کیونکہ احکامات کا نکالنا یہ مجتہد کا مرتبہ ہے نہ کہ دوسرے کا اس لئے کہا گیا ہے کہ جب نص اور فقہاء کے قول کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو فقہاء کا قول لیا جائے گا۔ کیونکہ نص اجتہادی یا اس کے مقابل میں قوی دلیل ہو یا وہ تاویل کے باب سے ہو یا تخصیص اور ناسخ کے قبیل سے ہو وغیرہ تو اس کا جاننا مجتہد کا کام ہے یہ اس کے ساتھ خاص ہے اگرچہ ان کی رائے مقابلہ نص میں واقع ہو۔"

اور اسی مؤلف بریقہ نے ذکر کیا ہے:

وکان احتجاج المعترض بالحدیث کان رایا فی مقابلۃ النص وترجیح المرجوح علی الراجح وقد کان دلیل المقلد ھو قول من قلدہ لاغیر وان الاحتجاج ھو منصب الاجتھاد۔الخ۔[3]

[2](بریقۃ،ج١،ص٦٥)

[3](بریقۃ،ج٢،ص١٠١)وایضا،ج١٩،١٤٧،١)

”اور جب احتجاج معترض کا حدیث سے ہو اور رائے نص کے مقابل میں ہو اور مرجوح کی راجح پر ترجیح ہو تو مقلد کی دلیل اسی کی ہوگی جس کی وہ تقلید کرتا ہے کیونکہ احتجاج اجتہاد کے قبیلہ سے ہے“۔

آگے لکھتے ہیں:

”وان ادلۃ المقلد لیست الاقول المجتهد ولهذا اذا ظهر التعارض بين اقوال الفقهاء وبين آيات وحديث فيقدم قول الفقهاء لان معرفة على وجه التحقيق لمجتهد فلعل لتلك الآيۃ مثلاً معارضاً او مخصصا او تاولا او ناسخا اطلع عليه المجتهد ولم تطلع انت الخ۔[4]

اور کیونکہ مقلد کے دلائل مجتہد کے دلائل کی طرح نہیں ہو سکتے بلکہ وہ مجتہد کا قول ہوتا ہے اس لئے جب اقوال فقہاء اور آیت و حدیث کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو فقہاء کے قول کو مقدم رکھو گے کیونکہ اس کا جاننا اور تحقیق مجتہد کے لئے ہے تو شاید وہ آیت معارض ہوگی یا مخصص یا اس میں تاویل ہوگی یا اس کے لئے ناسخ ہوگی جب کہ مجتہد کو اس پر اطلاع مل گئی ہوگی اور تمہیں اس کی اطلاع نہ ہو“۔

اور مقلد اپنے مجتہد کے قول سے خروج نہیں کرے گا جیسا کہ اس کو امام شعرانی نے اپنی کتاب میزان شعرانی میں ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں: ”ومن شان المقلد ان لا یخرج عن قول امامه الخ“۔

مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے قول سے نہ نکلے اور مقلد پر واجب ہے کہ وہ اپنے مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے اور اس پر جزماً یقین رکھے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔

---

[4](بریقه ص ۲۵۴ ج ۱)

اور اسی بات کو امام شعرانی اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

"فیجب علی کل مقلد ان لا یعترض علی قول مجتهد الی ان قال و کذالک یجب علیه الاعتقاد الجازم بان ذالک الامام علی هدی من ربه فی ذالک"۔[5]

تو ہر مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے آگے لکھا ہے اور اس طرح اس پر پختہ یقین واجب ہے کہ وہ امام اس مسئلہ میں اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔

آگے امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید لکھا ہے:

"فاعتقادک یا اخی الصحة فی کلام ائمة الهدی واجب علیک الخ"۔

تو اے میرے بھائی ہدایت کے اماموں کے کلام کی صحت پر یقین رکھنا تو واجب ہے اور مقلد کو یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں الجھے اور اسی بات کو مؤلف تفسیر احمدی لکھتے ہیں:

"و لیس للمقلد ان ینازع المجتهد فی حکمه الخ۔[6]

اور مقلد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں جھگڑے اور کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ مجتہد کو خطاوار ٹھہرائے اور نہ ان کے کلام میں طعن کرے کہ وہ اللہ کی شریعت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اللہ نے ان کا حکم ماننا لازم کیا ہے (کہ وہ اولو الامر میں داخل ہیں) پس جس نے کسی مجتہد کی طرف خطاء کی نسبت کی تو اس نے شارع علیہ السلام کی طرف خطا کی نسبت کی کیونکہ شارع نے اس کے حکم کو ثابت کیا ہے۔

---

[5](میزان الکبریٰ ص ۵۹ ج ۱)

[6](تفسیرات احمدیه ص ۲۰۹)

اور اسی بات کو صاحب میزان شعرانی نے اپنی کتاب ”میزان الکبریٰ“میں یوں لکھاہے:
”لا ینبغی لاحد قط ان یخطئ مجتهدا اویطعن فی کلامه لان الشرع الذی هو حکم الله تعالیٰ قد قرر حکم المجتهد فصار شرع الله تعالیٰ بتقریر الله تعالیٰ ایاه فکل من خطأ مجتهد ابعینه فکانه خطأ الشارع فیما قرره حکماً الخ“۔[7]

کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ مجتہد کو مخطی سمجھے یا اس کے کلام میں طعن کرے کیونکہ وہ شرع اللہ کا حکم ہوتا ہے تو مجتہد کا قول قرار پا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے شرع اللہ کا ہوا خاص اس کے لئے تو مجتہد کو بعینہ خطاوار سمجھا تو گویا اس نے شارع کو خطاءوار سمجھا اس نے اس کے حکم کو مقرر کیا ہے۔

اشارہ بسبابہ تشہد میں تحقیق

جاننا چاہیئے کہ ہمارے ملک کے علماء کرام اس مسئلہ ”اشارہ“میں مختلف ہیں بعض دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اشارہ سنت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ حرام ہے اس وجہ سے دونوں میں افراط و تفریط ہوئی ہے وہ ایسا ہے کہ اشارہ شہادت کی انگلی سے بہت سی احادیث اور بے شمار روایات میں مختلف کیفیات کے ساتھ وارد ہے تو اس وجہ سے مذاہب ثلاثہ کے علماء اس کی سنت کی طرف گئے ہیں لیکن امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی سنت اشارہ منقول نہیں نہ قولاً اور نہ فعلاً یا ان احادیث کے ضعیف ہونے کی وجہ سے یا بوجہ اختلاف جو کہ متن میں واقع ہے جو موجب ہوا اضطراب کا جو توقف کو موٗجب بناتا ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ منسوخ ہو چکی ہیں تو کتب ستہ (للامام محمد بن حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جو مسمی ہیں ظاہر المذہب اور ظاہر الروایۃ کے ساتھ تو یہ اشارہ شہادت کی انگلی کے ساتھ تعرض سے خالی ہیں اور متون جو وضع کئے گئے ہیں مذہب کے نقل کرنے میں وہ سبھی خالی ہیں اور اس بات سے کہ اشارہ سنت ہے ۔ یہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کہ ظاہر الروایت کی کتابیں جب ساکت ہیں اشارہ

[7] (میزان الکبری ص ٢٦)

شہادت کی انگلی سے تو یہ نفی اشارہ کے لئے دلیل کس طرح ہو سکتی ہیں ؟تو ہم جواب دیتے ہیں کہ علماء اصول فقہ نے اقسام بیانات میں ذکر کیا ہے کہ حاجت کی جگہ سکوت بیان کے لئے بیان ہے۔جیسا کہ شفیع کا ساکت ہونا علم البیع کے وقت شفع کی طلب سے تو یہ دلیل تسلیم کی ہے اور صاحب شرع کا ساکت ہونا جس وقت وہ دیکھے اور اس کی طاقت اس کے منع پر بھی ہو اور یا حکم بھی دے سکتا ہو تو یہ دلیل ہے کہ وہ کام جائز ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ثبوت اشارہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول نہیں ہے لیکن ثابت ہوا صاحب اشارہ سے تو مؤمن کے لئے جائز ہے کہ وہ اعتراض کرے عما ثبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو یہ کام مجتہد کا ہے اور ہمیں اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے استخراج کی طرف ان کی طرح اور مجتہد کی دلیل کتاب و سنت اجماع صحابہ اور قیاس ہے۔اور جو مقلد ہے دلیل اس کی مجتہد کا قول ہے۔میں یہ مانتا ہوں کہ ایک حدیث حضور معلم و مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے امام محمد رحمہ اللہ نے نقل کی ہے جس سے اشارہ تشہد میں ثابت ہوتا ہے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ فرمایا ہے:

وبصنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناخذ ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

کہ ہم حضور ﷺ کے کرنے سے اس پر عمل کرتے ہیں یہ میرا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔

لیکن یہ روایت ظاہر الروایت میں مندرج نہیں ہے تو انکی کتب کا مقابلہ ظاہر الروایات کے ساتھ روایت مع المذھب کا ہے پس لازم ہے مفتی مقلد پر کہ وہ مذہب پر فتویٰ دے نہ کہ روایت پر۔

محقق ابن عابدین شامی نے فرمایا ہے:

”کل ما یخالف ظاهر الروایة فهو دلیل رجوع الامام عنه فلا ینبغی ان یفتی به و ان العمل و الافتاء بالاقوال الضعیفة و الروایات المرجوحة جهل و خرق الاجماع“۔

جو روایت ظاہر الروایت کی مخالف ہو تو وہ امام کے اس سے رجوع کی دلیل ہے تو اس کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ اس پر فتویٰ دے کیونکہ عمل اور افتاء دینا اقوال ضعیفہ اور مرجوحہ روایات پر اجماع کو توڑنا ہے تو احناف کے معمولات میں سے یہ ہے کہ وہ عدم اشارہ پر فتویٰ دے کیونکہ مقلدین کی کتب مختلف ہیں اشارہ کے کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں لیکن اشارہ کی ممانعت فتویٰ مضبوط کے ساتھ پیوست ہے۔

دیکھو فتاویٰ عالمگیری وہ لکھتے ہیں:

”نقلاً عن الخلاصة و علیه الفتویٰ کذا فی المضمرات ناقلاً عن الکبریٰ و کثیر من المشائخ لا یرون الاشاره۔[8]

وقال فی درالمختار ”الاعتماد علی ما علیه الجم الغفیر المختار انه لا یشیر وهو المختار“۔[9]

خلاصۃ الفتاوی سے نقل کرتے ہیں اور اس پر فتویٰ ہے ایسا ہی مضمرات میں ہے وہ کبریٰ سے نقل کرتے ہیں اور زیادہ مشائخ اشارہ نہیں کرتے تھے اور شامی میں ہے کہ جم غفیر کا اعتماد اس پر ہے کہ وہ اشارہ نہیں کرتے تھے اور یہ بات انہوں نے پسند کی ہے۔

---

[8](فتاوی عالمگیری ص ۴۷ ج ۱)

[9](خلاصۃ ص ۵۵ درالمختار، ص ۸۰ ج ۲)

اور ایسا ہی فتویٰ غوثیہ میں اشارہ کے نہ کرنے کو مختار کہا ہے۔وہ کتابیں جن میں اشارہ سبابہ (انگلی) سے منع لکھا ہے وہ یہ ہیں۔[10]

فتاویٰ قاضی خان سراجیہ ص ۱۱ نے مکروہ کہا ہے اور شیخ بدالدین سرہندی نے اس کو مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حرام اور منع لکھا ہے۔

اگر ان دونوں روایتوں کو برابر تسلیم کیا جائے تو بھی اشارہ کا ترک کرنا بہتر ہے۔[11] کے اس قول کے مطابق اذتر دد الحکم بین السنۃ و البدعۃ کان ترک السنۃ اولیٰ۔جب کسی حکم میں سنت اور بدعت کے درمیان تردد واقع ہو جائے تو اس سنت کو ترک کرنا بہتر ہے اور بہتر بیان مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام ربانی کا ہے۔[12]

نوٹ: حدیث اشارہ خبر واحد ہے اور خبر واحد علماء اصول کے نزدیک مشروط ہے دس شرائط پر پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عام حادثہ کے مخالف نہ ہو گی اور اشارہ کے اثبات والی حدیث عام حادثہ کے مخالف ہے پانچ وقت نماز کے لئے ہر وقت حاضر ہونا ضروری ہے اور دوسرے ساتھی بھی حاضر ہوتے ہیں تو وہ کچھ نہیں کہتے اور صرف ایک صاحب کہتا ہے یہی بات شرح العقائد نے لکھی ہے۔[13] اور اشارہ اس لئے نہیں کرنا چاہئے کہ تمام احادیث اشارہ کے اثبات والی وہ تمام کی تمام مضطرب ہیں بغیر امکان توفیق کے اور مضطرب کے متعلق حکم یہ ہے کہ یہ احادیث موقوف العمل ہیں تو ایسا ہوا کہ اس دنیا میں یہ احادیث موجود نہیں ہیں۔

---

[10] (شرح الیاس ص ۱۲۸، ج ۱)
[11] (درالمختار ج ۱ ص ۴۵۰)
[12] (ج ۲ ص ۲۱۶ مکتوبات)
[13] (ص ۴۴، ۸۱)

"وان وقع فی الاسناد او المتن اختلاف من الرواۃ بتقدیم وتاخیر او زیادۃ ونقصان او ابدال راوٍ مکان راوٍ آخر او متن مکان متن او تصحیف فی اسماء السندا واجزاء المتن او باختصار او حذف ومثل ذالک فالحدیث مضطرب الخ"

مقدمۃ المشکوۃ لشیخ عبدالحق الدھلوی(ص ۲)فان امکن الجمع فبھا والا فالتوقف۔[14]

ترجمہ: اگر اسناد یا متن میں راویوں کا اختلاف ہو یا اس کی تقدیم یا تاخیر یا زیادت و کمی یا ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی یا متن کی جگہ متن یا اسماء السند میں تصحیف یا متن کے اجزاء میں یا اختصار وحذف میں یا ان جیسا تو یہ حدیث مضطرب کہلاتی ہے مقدمہ مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی بات لکھی ہے اور اگر دونوں کا اکٹھا ہونا مناسب ہو تو ٹھیک ہے اگر دونوں کو اکٹھا کرنا مناسب نہ ہو تو پھر اس میں توقف ہے۔

اضطراب کی وجوہات

پہلی وجہ:قبض اصابعہ کلھا(الحدیث)[15]تمام انگلیوں کو بند رکھے۔

دوسری وجہ:وقبض ثنتین وحلقہ(الحدیث)[16]یعنی دو انگلیوں کو بند رکھے اور باقی انگلیوں سے حلقہ بنائے۔

تیسری وجہ:ترپین کا عقد بنائے۔[17]

چوتھی وجہ:تیئیس کا عقد بنائے۔[18]

---

[14](مقدمۃ الشیخ المذکور)

[15](حدیث ابن عمر موطاء امام مالک ص ۹۶ وموطاء محمد ص ۱۰۸)

[16](ابو داؤد، دارمی ثم مشکوٰۃ ص ۷۷)

[17](حدیث ابن عمر ومسلم ثم المشکوٰۃ ص ۷۷)

[18](حدیث ابن زبیر مسلم ثم المشکوٰۃ ص ۷۷)

پانچویں وجہ: مدمر فقه الا یمن علی فخذه الیمنیٰ۔[19] دائیں کف کو کھینچے دائیں ران پر۔

وضع کفه الیمنیٰ علی فخذه الیمنیٰ۔[20] دائیں کف کو دائیں ران پر رکھنا۔

چھٹی وجہ یہ ہے وضع ابهامه علی اصبعه الوسطی۔[21]

انگوٹھے کو درمیان والی انگلی پر رکھنا۔

ساتویں وجہ یہ ہے یحر کها[22] کہ اس سبابہ انگلی کو ہلائے۔

اس میں اثبات دوام تجددی حرکت ہے۔ لا یحر کها۔[23] کہ اس انگلی کو نہ ہلائے اس حدیث میں نفی دوام تجددی حرکت ہے اور ان وجوہات کی بنا پر ان روایات کی موافقت ممکن نہیں ہے۔ مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم کیا ہے کہ اشارہ بسبابہ کی تمام احادیث مضطرب ہیں۔[24]

مولانا بحر العلوم عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تنبیہ الاخوان میں لکھا ہے کہ اشارہ کے بارے میں احادیث تشہد میں مشکوٰۃ شریف ص ۸۵ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن زبیر اور وائل بن حجر اور پھر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فصل ثانی اور نافع سے مختلف روایات ذکر ہیں اور کیفیت اس کی پانچ یا سات طور ہیں تو تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱ میں فرمایا گیا ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت میں: قال الحمیدی قوله و انما یو خذ بالآخر فالآخر من فعل النبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم هذا لفظ البخاری و کذا فی البخاری (ص ۹۶)

---

[19] (الحدیث حدیث وائل بن حجر ابو داؤد، دارمی، مشکوٰۃ ص ۷۷)
[20] (موطاء امام مالک ص ۹۶ و موطاء امام محمد ص ۱۰۸)
[21] (حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ابن ماجه و المشکوٰۃ ص ۷۷)
[22] (حدیث وائل بن حجر ابو داؤد دارمی مشکوٰۃ)
[23] (ابن زبیر ابو داؤد، نسائی مشکوٰۃ ص ۷۷)
[24] (مکتوبات ص ۳۱۲)

حمیدی نے فرمایا اس کا قول کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری فعل سے اخذ کیا جاتا ہے اور وہ آخری فعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔

تو حاصل یہ ہوا کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے:

"ان الذی یجب بہ العمل ھو ما استقر علیہ آخر الامر من النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وما کان قبلہ من ذالک مرفوع الحکم وھو الذی ذھب الیہ ابو حنیفہ و الشافعی و الثوری وجمھور السلف رحمۃ اللہ علھیم اجمعین۔[25]

"وعمل کردہ نمی شود مگر بہ آخر پس از فعل پیغمبر کہ ناسخ فعل اول است"۔

"وکذا ص ۲۱۹ عمدۃ القاری للعینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الجزء الخامس"۔ وہ جس پر عمل واجب ہے تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری حکم ہے اور اس سے جو پہلا حکم ہو اس کا حکم اٹھایا جاتا ہے اور اس بات کی طرف امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام ثوری اور جمہور سلف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم گئے ہیں اور اشعۃ اللمعات میں بھی ایسا ہی فرمایا گیا ہے کہ عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری فعل پر ہو گا اور وہ فعل اول کا ناسخ ہے ایسا ہی عمدۃ القاری میں ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری فعل سے اشارہ کے متعلق معلومات کسی کو حاصل نہیں ہیں تو اس وجہ سے فقہاء اور اکابرین کے درمیان اشارہ کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض اس کو مکروہ کہتے اور بعض اس کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ ظہیری اور خلاصۃ الفتاویٰ اور عتابیہ وبزازیہ و تارتارخانیہ و جامع المضمرات وغیرہ میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری ص۵۸ میں ذکر ہے کیا گیا ہے:"والمختار انہ لا یشیر وعلیہ الفتویٰ وکثیر من المشائخ لا یرون الاشارۃ وکرھھا کذافی التبیین"۔

---

[25] (بخاری شریف، ج ۱ ص ۲۶ حاشیہ ص ۲) وکذاقال اشعۃاللمعات (ترجمہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۸۸)

مختار یہ ہے کہ اشارہ نہیں کرنا چاہئے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بہت سے مشائخ اشارہ کو سنت نہیں جانتے تھے اور اس کو مکروہ جانتے تھے ایسا ہی تبیین میں لکھا ہے تو یہ اختلاف کیفیت اشارہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ہے اور ایسا ہی اختلاف اکابر علماء سے کیفیت کے بارے میں ہے تو تحقیق اس بارے میں یہ ہے کہ اشارہ نہ کرے اس لئے کہ صلوۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عام ہے اور حادثہ بھی عام ہے اور ہر صحابی کی روایت میں کیفیت کی خصوصیت نہیں ہے مگر یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

قال فی فصول الشاشی "ومن صور مخالفته الظاهر عدم اشتهار الخبر فیما یعم به البلویٰ فی الصدور الاول والثانی فاذا لم یشتهر الخبر مع شهرة الحاجة وعموم البلویٰ کان ذالک علامة عدم صحة (ص۷۷) فصول الشاشی وهو مختار ابی حسن الکرخی من اصحابنا المتقدمین وهو مختار المتاخرین منهم۔[26]

فصول شاشی میں ہے ظاہر کی مخالفت کی شکل یہ ہے کہ جہاں عام بلویٰ ہو اور خبر کی شہرت نہ ہو پہلے اور دوسرے زمانوں میں اور جب سخت حاجت اور بلویٰ کے ساتھ بھی خبر کی شہرت نہ ہو تو یہ عدم صحت کی علامت ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ یہ ابی الحسن کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی متقدمین میں سے مختار روایت ہے۔ اور متأخرین میں سے بھی یہ اختیار کیا گیا ہے۔

اور ایسا ہی مولوی علی الحسامی ص ۲۹۱ نے لکھا ہے:

"حتی لو کان وروده فیما یعم به البلوی یعنی ورود الخبر الواحد لا یقبل لان خبر النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم فیما به البلویٰ لو یقتصر علی مخاطبة الاحاد بل یلقیه الی عددٍ قد یحمل به التواتر فی الشیاعة یشتهر علم انه سهو او منسوخ"۔[27]

---

[26](فصول الشاشی ص ۲۷۲)

[27](مولوی شرح حسامی ص ۲۹۰ حاشیہ ۱، وکذا ص ۹۱)

یہاں تک کہ عموم بلویٰ میں وہ وارد ہو یعنی خبر واحد کا ورود ہو تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث اس معاملہ میں جہاں بلویٰ ہو تو خبر واحد پر اقتصار نہیں کیا جائیگا بلکہ وہ کئی ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ جن کے شائع ہونے میں تواتر حاصل ہو اور انکا جاننا مشہور ہو تو وہ یا سہو میں سے ہو گا یا منسوخ ہو گا۔

اختلاف صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اشارہ کی کیفیت کے بارے میں ثبوت ہوا خبر واحد کے لئے اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے اگر بعض صاحبان یہ کہیں کہ تعدد خبر واحد میں نقل کے طریقہ سے یہ شہرت پیدا کر دیتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ خبر واحد میں تعدد خبر کو مشہور بنا دیتا ہے لیکن جب کیفیت واحدہ میں ہو اور جب کیفیت مختلف ہو اور وہ احادیث مذکورہ کیفیت میں مختلف ہو تو ہر ایک کیفیت اپنے ہاں الگ الگ خبر واحد بنا اور خبر واحد حادثہ عامہ میں غیر مقبول ہے تو ثابت ہوا اشارہ کا ترک ہونا۔

تو مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات حصہ اول میں لکھا ہے:

”بحث الاشارۃ فعلی المنکرین ان یطالعھا“۔

اشارہ سبابہ انگلی سے مذہب حنفی میں حرام ہے۔

جیسا کہ قول خلاصہ کیدانی ہوا:

”و الاشارۃ بالسبابۃ ای حرام“۔

یعنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرنا حرام ہے۔

”کاھل الحدیث الذین لا یفرقون بین الناسخ و المنسوخ و الراجح و الرجوح و یغفلون من المعنی الفقھی فیقع لھم الغلط کثیرا“۔

یعنی اہل حدیث وہ ہیں جو فرق نہیں کرتے ناسخ اور منسوخ کے درمیان یعنی اشارہ کی احادیث منسوخ ہیں یا مرجوح ہیں اور عمل مرجوح یا منسوخ پر حرام ہے جیسا کہ علامہ شامی نے یہ قاعدہ ذکر کیا ہے۔ اور دوسرا معنیٰ اہل حدیث کا یہ ہے کہ وہ فقہ کے معنیٰ سے غافل ہیں یعنی علت کو نہیں جانتے اور اشارہ کی علت ابتداء اسلام میں یہ تھی کہ اعتقاد کے ساتھ اور زبان سے اور اعضاء سے توحید کی طرف اشارہ کیا جائے اب اسلام مضبوط ہے تو اس کی حاجت نہیں اور ابتداء اسلام میں نماز کے اندر سلام اور کلام جائز تھا تو اشارہ بھی ثابت تھا اب سلام کلام منسوخ ہے تو اشارہ بھی منسوخ ہے تو ضد سے کام نہیں لینا چاہئے۔ ہم حق کو دیکھیں گے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ ملا علی قاری نے خلاصہ کیدانی پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ صاحب خلاصہ کیدانی نے اپنی کتاب میں ایک بات ذکر کی ہے جیسا کہ ڈھول میں آواز پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کو حرام کہنا نا جائز ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صاحب خلاصہ کیدانی کی بے ادبی ہے اگر خلاصہ کیدانی معتمد کتاب نہ ہوتی تو میر سید السند الجرجانی اس پر شرح کیوں لکھ دیتے اور دوسری کتاب یعنی شرح علامہ تفتازانی کی نہ ہوتی اس لئے کہ وہ بھی بہت بڑے عالم ہیں اور اس نے خلاصہ کیدانی کی شرح لکھی ہے کہ اس کا نام سعدیہ شرح خلاصہ کیدانی ہے اور ان دونوں علماء نے اس مسئلہ کا رد نہیں لکھا ہے اور دوسری بات حضور معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو حرام کہنا نسخ کے بعد ہے اور یا ترجیح کے بعد ہے نہ کہ مطلق اگر آیت منسوخ ہو جائے تو اس پر بھی عمل کرنا حرام ہے اور فقہ کی بہت سی کتابوں میں مکروہ اور حرام بھی کہا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ذکر کیا ہے:

”قیل یشیر و قیل لا یشیر و المختار لا یشیر“۔

کسی نے کہا ہے کہ اشارہ کیا جائے اور کسی نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے لیکن مختار یہ ہے کہ اشارہ سبابہ انگلی سے نہ کیا جائے۔اور فتاویٰ عالمگیری چار سو علماء نے اتفاق سے مرتب کیا ہے اور آٹھ سال میں مرتب ہوئی اور اس وقت اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔

اور بہت سے فقہاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے کہ اشارہ نہ کرے جیسا کہ صاحب تنویر الابصار نے لکھا ہے:

"ولا یشیر بالسبابۃ عند التشہد و علیہ الفتویٰ"۔[28]

تشہد کے وقت سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کریں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

جامع الرموز میں بھی لکھا ہے کہ:"اشارہ نہیں کرنا چاہئے اسی پر فتویٰ ہے۔"

صاحب واقعات نے لکھا ہے:"ان الاشارۃ حرام"۔بے شک اشارہ حرام ہے۔ وعلیہ الفتویٰ اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحب غرائب نے بھی لکھا ہے:"والصحیح ان الاشارۃ حرام"۔کہ صحیح یہ ہے کہ بے شک اشارہ حرام ہے۔

محیط میں بھی لکھا ہے کہ "اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ" خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے "المختار انہ لا یشیر" مختار یہ ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے۔

فتاویٰ غیاثیہ میں بھی لکھا ہے:

"ولا یشیر بالسبابۃ عند التشہد و ھو المختار و علیہ الفتویٰ"۔

تشہد میں سبابہ انگلی سے اشارہ نہ کرے یہ قول مختار ہے۔

تار تار خانیہ میں لکھا ہے کہ:"اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے"۔

---

[28](تنویر الابصار والدر المختار ج ۱ ص ۲۴۲ ھندیہ ج ۱ ص ۱۵۰ ،بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۴،شبلی ج ۱ ص ۱۲۱)

زاھدی میں لکھا ہے: "لا یشیر و علیه الفتویٰ"

مفاتیح الجنان میں بھی لکھا ہے: "لا یشیر و علیه الفتویٰ"

منظومہ نامی کتاب میں لکھا ہے: "و لا شک فی تحریمه" کہ اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں۔

تو معلوم ہوا کہ اشارہ کرنا نماز میں منع ہے مذہب حنفی میں اب اگر کوئی امام صاحب کا مذہب چھوڑدے تو امام صاحب قیامت کے دن اس کو گلے سے پکڑیں گے کہ تم نے میرا مسلک کیوں چھوڑدیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

"من اشار بالسبابة فهو مِن الخاطئین"۔ [29]

جس نے سبابہ انگلی سے اشارہ کیا تو وہ خطا کاروں میں سے ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اشارہ نہیں کیا ہے۔

ان مقدس حضرات سے بھی اشارہ منقول نہیں ہے کہ ان حضرات نے بھی اشارہ کیا ہے اگر یہ زیادہ ضروری ہوتا تو یہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیادہ قریب تھے اور دوست تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے اشارہ نہیں فرمایا ہے۔

اگر کوئی یہ پوچھے کہ شیطان اس پر خفا ہوتا ہے تو شیطان منسوخ کام کے چھوڑنے پر خفا ہوتا ہے نہ کہ منسوخ کام کے کرنے پر اور شیطان کو اس پر بھی خفا کیجئے کہ اشارہ کو ترک کردو اور تہجد سے بھی اس کو خفا کیا جائے نماز اشراق پر نماز ضحیٰ پر اور کم کھانے پر بھی خفا کرو اور سنت کے بعد دعاء پر بھی

[29] (بحوالہ مفتاح القلوب فی بیان السلوک ص ۳۴)

اس کو خفا کرو۔ اس طرح نماز جنازہ کے بعد دعاء اور عمامہ پر اس کو خفا کرو تو ان میں سے کوئی بھی کام نہ کریں گے اور منکر کے زعم میں کہ شیطان اس کے کرنے پر خفا ہوتا ہے یہ پہلے کی بات ہے کہ ابتدا اسلام میں وہ خفا ہوتا تھا لیکن جب اشارہ منسوخ ہوا تو اب اس کے کرنے پر خوش ہوتا ہے۔

تو میرے بھائی جب امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کوئی کام نہیں کیا ہو اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی چھوڑ دیا ہو تو اگر یہ اشارہ سنت ہوتا تو یہ حضرات کرتے اور یہ بھی کسی کو گمان نہیں کرنا چاہئے کہ میں مانکی خیل ہوں یا مانکی شریف کے ماننے والوں میں سے نہیں ہوں ہم تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں اس مسئلہ میں میں نے بہت تحقیق کی ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اشارہ منع ہے ۔ اس کے علاوہ مولانا نظام الدین بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اشارہ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کئی دلائل نقل کئے ہیں۔[30]

فقہ شریف کی کتابوں میں درج ہے کہ تمام اعضاء کعبہ شریف کی طرف کرنے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **"قد اَفْلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ای ساکنون بالجوارح خائفون بالقلب"**۔[31]

تحقیق کامیاب ہیں مومنین جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں ۔ تفسیر مدارک میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ اعضاء کو آرام سے رکھتے ہیں اور دل سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے دوستوں نے اشارہ نہیں کیا ہے اور نہ پسند کیا ہے جیسا کہ یہ قول ہے **"کثیر من المشائخ لا یرون**

---

[30] (جامع الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۳ حصہ چھارم المعروف انوار شریعت)
[31] (تفسیر مدارک)

الاشارة الخ"[32] بہت سے مشائخ نے اشارہ کو پسند نہیں فرمایا ہے۔[33] "فان اختلفوا یؤخذ بقول الاکثرین الخ"۔[34]

اگر وہ اختلاف کریں تو اکثر علماء کے قول پر عمل کیا جائے گا۔

اخون درویزہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے مخزن الاسلام میں باب الحرمات میں فرمایا ہے کہ "اشارہ سبابہ سے یہ مذہب شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے اور یہ فعل حنفیوں پر حرام ہے"۔

فوائد شریعت ص۹۶ میں ہے کہ: "اشهد ان لا اله الا الله کے وقت اشارہ کرنا سبابہ انگلی سے حرام ہے اور یہ مذھب امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے" تو میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں بہت بسط اور تفصیل کی ضرورت ہے لیکن میں اس کا خلاصہ ذکر کرتا ہوں اس لئے کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ خیر الکلام ما قل و دل و لم یمل اشارہ کی حرمت کے بارے میں صرف خلاصہ کیدانی نے اکیلے نہیں لکھا ہے بلکہ تقریباً ایکسو بیس ۱۲۰ کتابوں میں حرمت و کراہت کا بیان موجود ہے اور جن کتابوں میں مستحب لکھا ہے تو انہوں نے روایت کو لیا ہے اور روایت میں مستحب لکھا ہے اور جو حرام کہتے ہیں تو وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے اس لئے کہ مذہب حنفی میں نہیں ہے۔

شرح وقایہ کی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے:

"و مثل هذا جاء عن علماء نا ایضا عند الشافعی الخ"۔ عن روایت کے لئے آتا ہے اور عند مذہب کے لئے آتا ہے تو یہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ موطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ہے جو اس نے ذکر کی ہے "وهو قول ابی حنيفة" اس لئے کہ قول اور روایت مذہب کے مقابل ہے۔

---

[32] (عالمگیری ج ا ص ۱۰۴)

[33] (زیلعی ج ا ص ۱۲۱ فتح القدیر ج ا ص ۱۲۹ شبلی ج ا ص ۱۲۰ رسالہ فتح الترددص ۱۲۱، ص ۱۲۴ ص ۱۲۵، ص ۱۴۲)

[34] (شامی ج ا ص ۴۸ ص ۴۹ و مکتوبات مجدد الف ثانی ص ۲۱۲)

خلاصہ کیدانی میں لکھا ہے: "والاشارۃ بالسبابۃ کاھل الحدیث" یعنی کاف علت کے لئے ہے معنٰی یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اس لئے کہ اہلحدیث اس منسوخ روایت پر عمل کرتے ہیں اور کاف تشبیہی نہیں اور یہ معنٰی خلاصہ کیدانی کی شروح جیسا کہ بدریہ اور میر سید السند سے معلوم ہوتا ہے یہ حضرات اہل حدیث کی تشریح کرتے ہیں۔ "الذین یعملون بظاھر الحدیث و لا یفرقون بین الناسخ و المنسوخ فیقع لھم الغلط کثیراً" تو اس قول کی بنا پر جو اشارہ کرتے ہیں۔

کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مجتہد کی طرف نہیں جاتے۔

مولانا شیخ القرآن حمد اللہ صاحب نے البصائر میں ذکر کیا ہے:

"الاخذ بظواھر الکتب و السنۃ من اصول الکفر"۔[35]

کتاب اور سنت کے ظاہر سے مسائل اخذ کرنا اصول کفر سے ہے۔ تو جب احادیث اشارے کی منسوخ یا مرجوح ہو گئیں بنا بر قول میر سید السند تو منسوخ یا مرجوح پر عمل کرنا حرام ہے تو اس لئے صاحب خلاصہ کیدانی نے حرام کہا ہے۔

اب اگر کوئی اپنے آپ کو حنفی کہے اور اشارہ کرے تو اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ محض بغض اور حسد ہے۔ (نعوذ باللہ)

ابوداؤد شریف میں یہ حدیث ہے: "من اشار اشارۃ فی الصلوۃ تفھم منھا فلیعدھا"۔

جس نے نماز میں اشارہ کیا جس سے کوئی معنی سمجھ میں آجائے تو اس نماز کو وہ دوبارہ پڑھے اور اس میں شک نہیں کہ اشارہ میں نفی، اثبات کی طرف اشارہ ہے یعنی انگلیوں کے اٹھانے میں نفی کی طرف اشارہ ہے کہ "لا الہ" ہے اور نیچے کرنے میں اثبات کی طرف اشارہ ہے جو "الا اللہ" ہے تو یہ معنٰی سمجھ میں آسکتا ہے تو پھر اعادہ کرنا چاہئے تو اس لئے حرام ہے۔

---

[35] (البصائر ص ۵۲، صاوی تنویر الایمان)

دوسری بات یہ ہے کہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکتوبات میں ذکر کیا ہے کہ تیرہ قسم کی کیفیات کا احادیث میں ذکر ہے اور ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں تو حدیث مضطرب ہوئی تو اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور ہدایہ میں بھی اشارہ نہیں ہے اور ہدایہ معتمد کتاب ہے اب ہم چند کتابیں بطور حوالہ ذکر کرتے ہیں جن میں اشارہ کو حرام یا مکروہ کہا ہے۔[36]

مولانا شیخ القرآن والحدیث مفتی اعظم پاکستان شائستہ گل صاحب نوراللہ مرقدہ اپنی کتاب **الحجۃ المنذرہ فی الاسئلۃ المبتدرہ** میں ص ۲ تا ۵ کہ اشارہ کرنا نماز میں شرعاً منع ہے بہت سی وجوہات کی بناپر، پہلی وجہ یہ ہے کہ معتبر کتابوں کے متون میں اشارہ کو منع کہا گیا ہے صراحتاً جیسا کہ خلاصہ کیدانی، تنویر الابصار یا تبادراً جیسا کہ کنز کا قول اور ہدایہ، قدوری و مختصر والو قایہ وغیرہ کا **"وبسط اصابعہ الخ"** انگلیوں کو کھولنا **"والمتبادر منہا انہ یبسط اصابعہ من اول التشہد الی آخرہ بدون عقد و اشارۃ عند التلفظ بالشہادۃ الخ"**[37] ونہر ثم رسالہ **رفع التردد ص ۱۲۵ المشہور فی المذہب بسط الاصابع بدون اشارۃ الخ"**[38] **والمذہب ما فی المتون لانہ ظاہر الروایۃ الخ"**[39] **فالا شارۃ خلاف المتون فیکون خلاف المذہب فظہر ان البسط حقیقۃ فیہ لان التبادر الی الفہم من اقویٰ امارات الحقیقۃ الخ"**[40] **"فلا یجوز العدول منہ"**۔ متبادران میں

---

[36] (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰۴) برجندی ج ۱ ص ۱۰۹، فتاویٰ سراجیہ ج ۱ ص ۵۸، زیلعی ج ۱ ص ۱۲۱، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۲۹، شبلی ص ۱۲۰، رسالہ رفع الترددص ۱۲۱، ص ۱۲۴، ص ۱۲۵، ص ۳۴۲، بحرالرائق ج ۱ ص ۳۲۴، مجموعہ خانی ص ۶۵، تنویر الابصار ص ۲۴۲، مکتوبات شریف مکتوب ص ۳۱۲، شامی ج ۱ ص ۳۴۲، ولباب القدوری ص ۵۴، فتویٰ مالا بدمنہ ص ۴۶، خلاصہ کیدانی حرام کی بحث میں، خلاصہ مذیل الشبہات فی تبطیل الاشارات ص ۲، فتاویٰ برہنہ ص ۷۱ تنبیہ الضمائر علے ردالذخائر ص ۸)

[37] (رسالۃ رفع الترددص ۱۲۰ جامع الرموز ج ۱ ص ۷۱)

[38] (شامی ج ۱ ص ۳۴۲ ولباب القدوری ج ۱ ص ۵۴)

[39] (ردالمحتار ج ۱، بحث ستر العورۃ)

[40] (مختصر المعانی۔ بحث الام ص ۲۳۴)

سے یہ ہے کہ وہ تشہد کے ابتداء سے آخر تک انگلیوں کو کھلا رکھے اور اشارہ شہادت کے لفظ کے وقت کرنا چاہئے۔یہی بات رفع التردد اور جامع الرموز و نھر میں نقل ہے۔

پھر رسالہ رفع التردد میں لکھا ہے مذہب میں یہ مشہور ہے کہ اشارہ کے بغیر انگلیوں کو کھلا رکھے۔

شامی ولباب القدوری میں بھی اسی طرح نقل ہے مذہب وہ ہے جو متون میں ہو کیونکہ وہ ظاہر الروایۃ ہوتا ہے۔[41]

تو اشارہ متون کے خلاف ہے جو خلاف مذہب ہوا تو ظاہر ہوا کہ حقیقت میں بسط ہے کیونکہ تبادر فہم امارات حقیقت کے جاننے کے لئے بہت قوی ذریعہ ہے۔تو عدول اس سے جائز نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ کا لفظ۔**لا یشیر بالسبابۃ عند الشھادۃ وعلیہ الفتویٰ۔**[42] **لفظ المتون اکد من جمیع علامات الفتویٰ الخ اذا دیلت روایتہ بلفظ علیہ الفتویٰ لم یفت بمخالفہ الخ۔**[43]

تیسری وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ لایشیر کے لفظ سے ہے وہ ظاہر الروایت ہے۔[44]

چوتھی وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ "**لا یشیر**" ہے "**وھو ظاھر اصول اصحابنا الخ**"۔[45] وہ ہمارے اصحاب یعنی حنفیوں کے ظاہری اصول ہیں۔

---

[41](شامی بحث ستر العورۃ)

[42](تنویر الابصار ومضمرات وفتاوی کبریٰ ثم عالمگیری ج ا ص ۱۰۵ والمنیہ والواقعات ثم شبلی ج ا ص ۱۲۱ والوالجیہ ثم جامع الرموز وابو المکارم ج ا ص ۱۶۱ مجموعہ سلطانی ص ۵۶ مجموعہ خانی ص ۶۵ رسالہ رفع التردد ص ۱۲۰ ص ۱۲۴ ص ۱۲۵ وغیرھا)

[43](درمختار ج ا رسم المفتی ص ۵۰ وشرح رسم المفتی ص ۳۸)

[44](لباب القدوری ص ۵۴ وذخیرہ ثم کاکی ثم شبلی ج ا ص ۱۲۱ معراج الدرایہ ثم رسالہ رفع التردد ص ۳۳ ص ۱۲۷ وعینی الھدایہ وشرح سفر السعادت وکفایہ ومکتوبات المجدد الف ثانی وغیرہ)

[45](جامع الرموز ج ا ص ۷۱)

ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۴ ”ھذا اللفظ مرادف بلفظ ظاھر الروایۃ فثبتھما یکون واحداً۔فی البحرباب المصرف اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاھر الروایۃ والرجوع الیھا الخ۔[46]

پانچویں وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ کا لفظ مشھور فی المذھب فی بسط الاصابع بدون اشارۃ الخ۔[47]

اقول فالاشارۃ خلاف المذھب الذی ھو ظاھر الروایۃ وخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لیس قولاً لہ وفیہ من التوشیح ان ما وجع عنہ المجتھد لا یجوز الاخذبہ الخ“۔[48]

چھٹی وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ لفظ لایشیر سے ہے اور وھوالمختار وہ مختار قول ہے۔[49]

واما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ الخ“۔[50]

ساتویں وجہ یہ ہے کہ اشارہ کی ممانعت ثابت ہے لفظ کثیر من المشائخ لا یرون الاشارۃ الخ سے کہ بہت سے مشائخ اشارہ کو سنت خیال نہیں کرتے تھے۔[51]

”فان اختلفوا یو خذ بقول الاکثیرین الخ“۔

اگر اختلاف دونوں اقوال میں موجود ہو تو اکثر علما کے قول پر عمل کیا جائے۔[52]

آٹھویں وجہ یہ ہے کہ:

”منع الاشارۃ وکرھھا فی منیتہ المفتی کذافی التبیین“۔

---

[46] (شامی جلد ۱ ص ۴۹)

[47] (شامی ج ۱ ص ۳۴۲ ولباب القدوری ص ۵۴ وفتاویٰ مالا بدمنہ ص ۴۶)

[48] (بحر ثم شامی ج ۱، ص ۴۶ وشرح رسم المفتی)

[49] (خلاصہ ج ۱ ص ۵۹، عالمگیری ص ۱۰۴، برجندی ج ۱ ص ۱۰۹، ابوالکلام فصل المکروہ ص ۵۸)

[50] (درمختار وشامی جلد ۱ رسم المفتی ص ۵۲)

[51] (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴ تبیین ج ۱ ص ۱۲۱، ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۱ ص ۱۲۴، ص ۱۲۵)

[52] (شامی ج ۱، رسم المفتی ص ۴۸، ص ۴۹ ورسالہ رسم المفتی ص ۴۳)

منیتہ المفتی میں اشارہ کو مکروہ لکھا ہے ایسا ہی تبیین میں ہے۔[53]

مکروہ کو ترک کرنا سنت فعل پر مقدم ہے یعنی جب بعض علماء نے کسی چیز کو مکروہ کہا ہو اور بعض نے اس کو سنت کہا ہو تو عمل اس پر کرنا چاہیئے کہ جنہوں نے مکروہ کہا ہو یہ اس پر مقدم ہے جنہوں نے اسکو سنت کہا ہو۔

نویں وجہ یہ ہے کہ منع اشارہ کا سبب حکم "نسخ الاشارة الخ الامام کرخی مبسوط، محیط، قاعدی والکرمانی وسراج الهداية ثم دلائل الانارة ص ۱۲ ومکتوبات المجدد الف ثانی ومولوی عبدالحکیم فی شرح المراح وصاحب کل کتاب حکم بحرمة الاشارة او کراهتها والمراد بالمنسوخية عدم المعمولية ولا يصح الحكم بالحرمة والكراهة مع معمولية تلك الاحاديث ومن المعلومات ان العمل بالمنسوخ حرام" ہر اس کتاب میں جس میں اشارہ کی حرمت یا کراھت کا حکم دیا گیا ہے تو ان کی مراد اشارہ والی احادیث کی منسوخیت ہے اور ان پر عمل نہیں کیا جاتا کیونکہ معمولیت کی وجہ سے ان احادیث پر حرمت یا کراھت کا حکم صحیح نہیں اور یہ معلومات سے ہے کہ منسوخ پر عمل حرام ہے۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ:

"منع الاشارة لفظ كان القول بعدمها الاقوىٰ من حيث النقل عن اهل المذهب الخ"۔[54]

کہ عدم والا قول قوی ہے اہل مذاھب کی نقل سے۔

"ولا يشير بسبابة عند الشهادة وعليه الفتوىٰ كما في الولوالجية والتجنيس وعمدة المفتي وعامة الفتوىٰ الخ"۔

---

[53] (ثم عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۴، ومعراج الدرایہ ثم رسالہ رفع التردد ص ۱۲۳، ص ۱۲۴، فتاوی سراجیہ فصل المکروہ ص ۵۸، بحر الرائق، نهر فائق، ترک المکروہ مقدم علی فعل السنۃ اہ در مختار باب ادراک الفریضۃ ص ۴۸۱)

[54] (رسالہ رفع التردد ص ۱۲۸)

سبابہ انگلی سے شہادۃ کے وقت اشارہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے۔[55]

و لا یخفیٰ ان مسائل ھٰذا الکتاب (ای تنویر الابصار) مذکورۃ علی الوجہ الحق و ثابتۃ بدلائلھا عند المجتھد و لا یلزم من اثبات الشئ بدلیلہ ان یکتب دلیلہ معہ حتی یرد انہ لم یذکر فی المتن الادلۃ الخ"[56]

فانی اروِیہ عن شیخنا عبد النبی الخلیلی عن المصنف عن ابن نجیم المصری بسندہ الی صاحب المذھب ابی حنیفۃ بسندہ الی النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم عن جبرئیل عن اللہ الواحد القھار کماھو مبسوط فی اجازاتنا بطرق عدیدۃ الخ۔[57]

اقول فلما ثبت ان منع الاشارۃ حدیث و مذھب فلا مفر منہ فلا یجوز للمقلد خلافہ لان منع الاشارۃ متعین للمقلد الحنفی۔

کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اس کتاب (تنویر الابصار) میں جو مسائل مذکور ہیں وہ حق ہیں مجتہدین کے نزدیک وہ دلائل سے ثابت ہیں کسی چیز کے اثبات کے لئے یہ ضروری نہیں کہ شے کے اثبات کے دلائل بھی اس کے ساتھ لکھے جائیں اور جاننا چاہیئے کہ متن میں دلائل کا ذکر نہیں ہے (شامی) تو میں نے روایت کی ہے اپنے استاد عبد الغنی خلیلی سے اس نے مصنف سے اس نے ابن نجیم مصری سے اپنی سند سے صاحب مسلک ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس نے اپنی سند سے حضور معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے جبرئیل علیہ السلام سے انہوں نے اللہ تعالیٰ واحد قہار سے یہ ہماری اجازتوں میں بسط سے مختلف طریقوں سے نقل ہے۔[58]

---

[55] (تنویر الابصار و درمختار ج ا ص ۳۴۱)

[56] (شامی ج ا ص ۱۳۱)

[57] (درمختار ج ا ص ۱۴)

[58] (درمختار ج ا ص ۱۴)

میں کہتا ہوں کہ جب ثابت ہوا کہ اشارہ منع حدیث و مذہب سے تو اس سے بھاگنا نہیں چاہئے اور مقلد کے لئے اس کے خلاف جائز نہیں کیونکہ اشارہ کی ممانعت مقلد حنفی کے لئے متعین ہے۔

(العطایا السیفیۃ فی الفتاویٰ النقشبندیۃ، المجلد الثالث)

مسئلہ اشارہ بالسبابہ اور امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

چند سوالوں کے جواب اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور جو کچھ اس بارے میں علماء حنفیہ کے نزدیک مختار ہے۔اس کے بیان میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین و علی اخوانہ من الانبیآء و المرسلین و الملئکتہ المقربین و عباد اللہ الصالحین اجمعین۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو ملا محمود کے ساتھ ارسال کیا تھا، پہنچا۔بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا تھا کہ روضہ متبرکہ مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی زمین مکہ معظمہ سے بزرگ تر ہے حالانکہ کعبہ معظمہ کی صورت و حقیقت، صورت حقیقت محمدیہ کے لئے مسجود ہے۔ پھر روضہ متبرکہ کی زمین کس طرح بزرگ تر ہوگی۔

میرے مخدوم!جو کچھ فقیر کے نزدیک اس بارے میں ثابت ہوا ہے، یہ ہے کہ تمام جگہوں سے بہتر جگہ کعبہ معظمہ ہے۔بعد ازاں روضہ مقدسہ بعد ازاں حضرت مکہ حرسھا اللہ عن الآفات کے حرم کی زمین جن علماء نے روضہ متبرکہ کو مکہ معظمہ سے بہتر کہا ہے، ان کی مراد مکہ معظمہ سے کعبہ مقدسہ کے سوا دوسری زمین ہوگی۔

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے جواز کے بارے میں پوچھا تھا۔اس بارے میں مولانا اعلم اللہ مرحوم کا رسالہ لکھا ہوا ارسال کیا گیا ہے، اس کے مطابق عمل میں لائیں۔

میرے مخدوم! اشارہ سبابہ کے جواز کے بارے میں احادیث نبوی ﷺ بہت وارد ہیں اور فقہ حنفی کی بعض روایات بھی اس بارے میں آئی ہیں جیسا کہ مولانا نیا رسالہ میں لکھی ہیں اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کے جواز کی روایتیں اصول کی روایتوں اور ظاہر کے مذہب کے بر خلاف ہیں۔

اور یہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اشارہ کیا کرتے تھے۔ اس واسطے ہم بھی اشارہ کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں جس طرح کہ نبی اکرم ﷺ رکھا کرتے تھے۔ پھر اس نے کہا ہے کہ یہ میرا اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ امام محمد شیبانی کا یہ قول روایات نوادر سے ہے نہ روایات اصول سے، جیسا کہ فتاویٰ غرائب میں ہے اور محیط میں اس طرح آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کریں یا نہ کریں۔ اصل میں امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر ہی نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اس میں بعض نے کہا ہے کہ اشارہ نہ کریں اور بعض نے کہا کہ اشارہ کریں اور امام محمد نے روایت اصول کے سوا اور روایت میں ایک حدیث نبی ﷺ روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے کہا ہے کہ یہ میرا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مستحب ہے۔ پھر کہا ہے کہ فقہاء نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اور سراجیہ میں اس طرح ہے کہ نماز میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے وقت سبابہ کا اشارہ مکروہ ہے اور یہی مختار ہے اور کبیری سے بھی اسی طرح روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جامع اور الرموز میں ہے کہ نہ اشارہ کرے اور نہ

عقد کرے اور یہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ مضمرات اور ولواجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے اور ہمارے اصحاب سے روایت ہے کہ تاتارخانیہ سے خزمنۃ الروایات میں مذکور ہے کہ تشہد میں لا الٰہ الا اللّٰہ پر پہنچے، دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کرے، لیکن امام محمد نے اصل میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہ اشارہ کرے اور اسی طرح کبیر میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے اور غاشیہ سے روایت ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے۔ یہی مختار ہے۔

جب روایات معتبرہ میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہو اور اس کی کراہت پر فتویٰ دیا ہو اور اشارہ وعقد سے منع کرتے ہوں اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہوں تو پھر ہم مقلدین کو مناسب نہیں کہ احادیث کے موافق عمل کر کے اشارہ کرنے میں جرأت کریں اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتویٰ کے ہوتے امر محرم اور مکروہ اور منہی کے مرتکب ہوں حنیفہ میں سے اس امر کا مرتکب دو حال سے خالی نہیں ہے یا جانتا ہے کہ علماء مجتہدین کو معروضہ احادیث کا علم نہ تھا جن سے اشارہ کا جواز ثابت ہوتا ہے یا یہ کہ ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگوں کے حق میں ان احادیث کے موافق عمل پسند نہیں کرتا اور خیال کرتا ہے کہ انہوں نے احادیث کے برخلاف اپنی آراء کے موافق حرمت و کراہت کا حکم کیا ہے یہ دونوں شک فاسد ہیں۔ ان کو سوائے بیوقوف یا دشمن متعصب کے اور کوئی پسند نہیں کرتا اور یہ جو ترغیب الصلوٰۃ میں کہا ہے کہ تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا علماء متقدم کی سنت ہے لیکن علماء متاخرین نے منع کیا ہے۔ اس واسطے کہ جب رافضیوں نے اس میں مبالغہ کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سنی سے رافضی کی تہمت دور کرنا روایات معتبرہ کے مخالف ہے کیونکہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم مقدم ہے۔ پس عدم اشارہ علماء ماتقدم کی سنت ہے

اور ترک کی وجہ تہمت کی نفی کا باعث نہیں ہے۔ ان اکابرین کے ساتھ ہمارا یہاں تک حسن ظن ہے کہ جب تک اس بارے میں حرمت یا کراہت کی دلیل ان پر ظاہر نہیں ہوئی۔ تب تک انہوں نے حرمت و کراہت کا حکم نہیں کیا، جب سنت و استحباب کے ذکر کے بعد کہتے ہیں کہ یہ فقہاء نے ذکر کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگواروں کے نزدیک اس کی سنیت اور استحباب صحت کو نہیں پہنچاہے بلکہ اس کے بر خلاف ان کے نزدیک صحیح ثابت ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ہم کو اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ امر ان بزرگواروں کے حق میں حرج و قدح کا موجب نہیں ہے، اگر کوئی کہے کہ ہم اس دلیل کے بر خلاف علم رکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حل و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبرہ نہیں ہے۔ اس بارے میں مجتہد کا ظن معتبر ہے۔ مجتہدین کے دلائل عنکبوت یعنی مکڑی کی تار سے زیادہ سست کہنا بڑی جرأت و دلیری کا کام ہے اور اپنے علم کو ان بزرگواروں کے علم پر ترجیح دینا، حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل کرنا اور روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنا اور شاذ و نادر کہنا ہے۔ یہ بزرگوار عہد کے قریب ہونے اور علم و ورع اور تقویٰ کے زیادہ حاصل ہونے کے باعث احادیث کو ہم دور افتادن کی نسبت بہتر جانتے تھے اور ان کی صحت و سقم اور نسخ اور عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے اور ان احادیث کے موافق عمل کے ترک کرنے میں کوئی نہ کوئی وجہ موجہ ضرور رکھتے ہوں گے اس قدر تو ہم کوتاہ فہم بھی سمجھتے ہیں کہ احادیث کی روایتیں اشارہ عقد کی کیفیت میں بہت اختلاف رکھتی ہیں اور نفس اشارہ میں بھی بکثرت اختلاف ظاہر ہے۔ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقد کے بغیر اشارہ کا حکم فرمایا ہے اور جو عقد کے ساتھ اشارہ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک بعض روایات میں (۵۳) کا عقد تھا اور بعض دوسری روایات میں (۲۳) کا عقد ہے اور بعض نے خنصر اور بنصر کے قبضہ کرنے اور ابہام کو وسطی کے ساتھ

حلقہ کرنے سے اشارہ سبابہ کو روایت کیا ہے اور بعض روایات میں صرف ابہام کو وسطی پر رکھ کر اشارہ کا حکم فرمایا ہے اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو قبض کر کے اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سبابہ کے ہلائے بغیر اشارہ کا حکم ہے اور بعض دوسری روایات میں واقع ہے کہ تشہد کے پڑھتے وقت بلا تعین اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں کلمہ شہادت کے پڑھتے وقت اشارہ کا حکم ہے اور روایات میں اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں کلمہ شہادت کے پڑھتے وقت اشارہ کا حکم ہے اور روایات میں اشارہ کو دعا کے وقت سے مقید کیا ہے کہ اس طرح فرمایا کرتے تھے۔ **یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک** اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

جب علماء حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کا اضطراب اور اختلاف دیکھا تو فعل زائد کو قیاس کے بر خلاف نماز میں ثابت نہ کیا کیونکہ نماز کی بناء سکون اور وقار پر ہے اور نیز جہاں تک ہو سکے انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ رکھنا سنت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع (جہاں تک ہو سکے اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے) اگر کہیں کہ کثرت اختلاف اس وقت مضطرب کرتا ہے جبکہ روایات کے درمیان موافقت ناممکن ہو اور اس مسئلہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ موافقت ممکن ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو مختلف اوقات میں کیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ بہت سی روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے جو منطقیوں کے نزدیک ادوات کلیہ میں سے ہے اس صورت میں توفیق و موافقت ناممکن ہے۔

اور یہ جو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے برخلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو اور حدیث پر عمل کرو۔ اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نہیں پہنچی ہے اور اس حدیث کا علم نہ ہونے کے باعث اس کے برخلاف حکم کیا ہے، لیکن اشارہ سبابہ کی حدیثیں اس قسم کی نہیں ہیں۔ یہ حدیثیں مشہور و معروف ہیں اور یہ امر ناممکن ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان احادیث کا علم نہ ہو اور اگر یہ کہیں کہ علماء حنفیہ نے بھی اشارہ کے جواز پر فتوے دیئے ہیں اور فتاویٰ متعارضہ کے موافق جس طرح عمل کیا جائے، جائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جواز و عدم جواز اور حل و حرمت میں تعارض واقع ہو تو عدم جواز اور حرمت کی جانب کو ترجیح ہو گی۔

نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کے بارے میں کہ رفع اور عدم رفع کی حدیثیں متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بناء سکون و خشوع پر ہے جو اجماع کے نزدیک مطلوب و مرغوب ہے اور شیخ ابن ہمام پر تعجب آتا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ بہت مشائخ سے عدم اشارہ مروی ہے اور یہ خلاف روایت ہے۔ افسوس ہے کہ اس نے کس طرح جہالت اور عدم علم کو علماء مجتہدین کی طرف منسوب کیا ہے۔ قیاس پر جو شرع کا اصل چہارم ہے عمل کرنے والے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک یہی ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے اور اسی شیخ نے راویوں کے بکثرت اختلاف اور اضطراب کے باعث قلتین کی حدیث کو ضعیف بیان کیا ہے۔ فرزند ارشد محمد سعید اس بارے میں رسالہ لکھ رہا ہے جب تمام ہو جائے گا، روانہ کیا جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ!

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ طالبان طریقہ ہر طرف جمع ہیں اور کسی جگہ دلیری نہیں کی اور نہ ہی کسی کو کہا ہے کہ سر حلقہ ہو جس جانب اشارہ ہو اور جس کو مناسب جانیں فرمائیں تا کہ جماعت کا سر حلقہ بنایا جائے۔

میرے مخدوم! یہ امر آپ کی صلاح پر موقوف ہے۔ استخارہ اور توجہ کے بعد عمل در آمد فرمائیں۔ والسلام علیکم وعلی من لدیکم!

(مکتوب (۳۱۲)، مکتوبات امام ربانیؒ، دفتر اول)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ